انیسویں صدی کے علمائے دین کی اردو شاعری میں صنائع بدائع کا تجزیاتی مطالعہ

The knowledge of Badi uses in Urdu poetry by 19th-century religious scholars: an analytic study.

ڈاکٹر شذرہ حسین

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو سندھ یونی ورسٹی، جام شورو

Knowledge of Badi in Urdu literature has been the essential part of its tradition since very beginning. Right from the Deccan Era to the present age every poet has been involved in its usage. Many religious scholars expressed their intuitive experiences or feelings in Urdu poetry. These religious scholars in accordance with the eastern poetical traditions, impacts of time and poetical needs used this knowledge to make their artistic and creative impulses with aesthetic taste more impressive. They, certainly, contributed a lot in the progress and evolution of the knowledge Badi. In this article Urdu poetry of these religious scholars exploiting their expertise of the knowledge Badi has been studied and analyzed

”بدیع“ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ”ب، د، ع“ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں: کوئی شے ایجاد کرنا، کوئی چیز بغیر نمونے کے بنانا، ابتدا کرنا۔ بدُعَ، لاثانی ہونا، بے مثال ہونا(۱)۔ اردو لغت میں ”بدیع“ کے درج ذیل معنی و مفاہیم ہیں۔

۱۔ عجیب و غریب، نادر انوکھا، نو ایجاد

۲۔ موجد، خالق، بغیر نمونے کے کوئی چیز بنانے والا

۳۔ نو ایجاد شے) (۲)

"بدیع" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، نیز اس کے اسماء میں سے بھی ایک ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بدیع السمٰوٰت والارض (ترجمہ: (اللہ) زمین و آسمان کو بغیر کسی نمونے کے پیدا کرنے والا ہے۔)

(البقرۃ:۱۱۷)

خلیفۃ الارض نے بھی دنیا میں اپنی صناعی کے جوہر دکھائے اور ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہا۔ اس صناعی کا بہترین اظہار فنون لطیفہ کے ذریعے کیا۔ فنونِ لطیفہ میں ادب نمایاں اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ندرتِ اظہار نے الفاظ و معانی میں بھی بار پایا۔ لفظوں میں دلچسپی اور حسن پیدا کرنے کے لیے صنائع لفظی اور مفہوم میں ندرتِ اظہار کے لیے صنائع معنوی استعمال کیے گئے۔ صنائع لفظی و معنوی "علم بدیع" کی ذیل میں آتی ہیں۔ سید جلال الدین احمد زینبی نے علم بدیع کی یہ تعریف بیان کی ہے :

"علم بدیع وہ علم ہے جس سے کلامِ فصیح و بلیغ کی لفظی اور معنوی خوبیاں معلوم ہو جائیں"۔ (۳)

سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"بدیع" وہ علم ہے جو فصیح و بلیغ کلام کو بیان کے مرحلے سے گزار کر حسن کی نشان دہی کرتا ہے"۔ (۴)

یعنی علم بدیع کے لیے کلام کا فصیح و بلیغ ہونا ضروری ہے اور اس علم کا مقصد کلام میں عناصرِ جمال کی نشان دہی کرنا ہے۔ حسن پیکر میں بھی ہو سکتا ہے اور مطالب و معانی میں بھی اس لیے صنائع دو قسم کے ہیں، لفظی و معنوی۔ (۵) صنائع لفظی اور معنوی سے شاعر کو اپنے تخیل کی پرواز میں مدد ملتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا استعمال برمحل ہو۔ بقول نور الحسن نقوی:

"صنعت کا کمال جب ہے کہ ہم کوئی شعر پڑھیں اور اس سے اس طرح متاثر اور محظوظ ہوں کہ صنعت کی طرف ذہن منتقل نہ ہو اگر شعر کی تاثیر پر صنعت غالب آجائے تو یہ پینترے بازی ہو جاتی ہے"۔ (۶)

علم بدیع شعری تخلیقات کی اقدارِ حسن کو متعین کرنے اور اظہارِ حسن کے ابلاغ کام میں معاونت کرتا ہے۔ اس علم کا منصب یہ ہے کہ لکھنے والے کو اپنی تحریر کی خامیوں کی طرف متوجہ کرے اور کوشش کرے کہ اظہارِ حسن کے ابلاغِ تام میں معاون ہو۔ (۷) صنّاعی حسن کے بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے لیکن ایسی صنّاعی جس سے حسنِ کلام متاثر ہو کبھی مستحسن نہیں ہو سکتی۔ صنّاعی کو اس حد تک ہی روا رکھا جانا چاہیے کہ اس سے لفظی اور معنوی حسن کے ساتھ ساتھ کلام میں بھی قوت پیدا ہو جائے۔ صنائع بدائع اردو شاعری کے مزاج کا حصہ ہیں اسی لیے گارساں د تاسی نے لکھا ہے :

"استعارات و صنائع بدائع کے اہل مشرق بہت شائق ہیں"۔ (۸)

اردو شاعری میں صنائع بدائع کا استعمال آغاز ہی سے نظر آتا ہے۔ ابن نشاطی، قلی قطب شاہ، ولی دکنی، میرؔ، سوداؔ، مصحفیؔ، میر حسن، آتشؔ، انیسؔ، دبیرؔ، غالبؔ، ذوقؔ وغیرہ کے یہاں صنائع بدائع موجود ہیں۔

" اکثر شعراء نے صنائع و بدائع کو اس لیے برتا کہ ایک تو انھیں اپنی علمی فضیلت کا رعب جمانا مقصود ہوتا تھا اور دوسری بات یہ بھی تھی کہ اگر وہ اپنے دور کے تقاضوں کو پورا نہ کرتے تو ان کی شاعرانہ حیثیت کمزور ہو جاتی اور خصوصاً اس وقت جب حریف بھی موجود ہوں اور ہر وقت حملے کا خوف ہو"۔ (۹)

انیسویں صدی میں کئی نام ور علمائے دین شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ ان میں سے کئی صاحب دیوان بھی تھے اور اکثر کا ذکر اس دور کے تذکروں میں موجود ہے۔ بعض علمائے کرام نے اس دور کی ادبی سرگرمیوں اور صحیح مذاقِ شعری کو پروان چڑھانے میں بھی اہم کردار ادا کیا، مثال کے طور پر مفتی فضل حق خیر آبادی، عبداللہ علوی، مفتی صدر الدین آزردہؔ وغیرہ۔ علمائے دین عربی، فارسی، اردو سے بخوبی واقف ہونے کے علاوہ علم معانی اور علم بیان و بدیع پر بھی دست رس رکھتے تھے۔ ان کی شاعری میں فصاحت و بلاغت بھی موجود ہے، صنائع و بدائع کی بھی کمی نہیں۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ صنّاعی مقصود بالذات ہو کر رہ گئی ہے۔ لفظی و معنوی صنّاعی کے لیے ذہنی پختگی اور ادبی مذاق کا رچاؤ ہونا بھی ضروری ہے جو ان علما کے یہاں موجود ہے۔ آئندہ صفحات میں علمائے دین کی شاعری میں صنائع بدائع کے استعمال کا مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

(۲)

صنعت طباق / تضاد: اس صنعت سے یہ مطلب ہے کہ چند الفاظ جن میں فی الجملہ تقابل، تضاد واقع ہو کلام میں ایک ساتھ لائے جائیں۔(۱۰) طباق یا تضاد کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

ا۔ طباق ایجابی: جب دو متضاد الفاظ استعمال کیے جائیں اور ان میں حرفِ نفی نہ ہو اس کو طباق ایجابی کہتے ہیں۔ علما کی شاعری سے "طباق ایجابی" کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مے خانہ زمانے کے ساقی ہیں عیش و غم — شیریں ہے کوئی جام تو ہے کوئی جام تلخ(۱۲)

(نواب صدیق حسن خاں)

اب تو مرنا ہے مجھ کو عین ثواب — اور جینا عذاب ہے تجھ بن(۱۳)

(شاہ محمد معصوم مجددی)

اول ہے سو آخر ہے ذرا آنکھ کو کھولو — ظاہر کا مزا باطن و پنہاں میں آیا(۱۴)

(عبدالفتاح اشرفؔ گلشن آبادی)

آجانا دم کا زیست، نکل جانا موت ہے — ہر دم معاملہ ہے بقا و فنا کے ساتھ(۱۵)

(عبدالسمیع بیدلؔ رام پوری)

۲۔ طباق سلبی: دو الفاظ ایک ہی مصدر سے مشتق استعمال کیے جائیں جن میں ایک مثبت ہو دوسرا منفی یعنی ان دونوں الفاظ کا تضاد بذریعہ حرف نفی کے دکھلایا جائے۔(۱۶) علمائے دین کی شاعری میں طباق سلبی کے استعمال کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

یوں بہانے بھی نہ آنے کے بنا سکتے ہو — پر جو آنے ہی پہ آجاؤ تو آسکتے ہو(۱۷)

(فضل رسول بدایونی)

ہے رزق مقدر کا طلب ہم کو خدا سے — برسے تو بلا سے جو نہ برسے تو بلا سے (۱۸)

(مفتی الٰہی بخش کاندھلوی)

وہ آویں نہ آویں مگر منتیں ہم — جو اپنی سی ہوتی ہے کر دیکھتے ہیں

وہ دیکھے، نہ دیکھے مگر ہم تو بیدلؔ — اسی کو بس آٹھوں پہر دیکھتے ہیں(۱۹)

(عبد السمیع بیدلؔ رام پوری)

صنعت تدبیج: یہ طباق کی ایک قسم ہے۔ اس کے لغوی معنی "زینت دینا" ہیں۔ اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ کلام میں مختلف رنگوں کا بطریق ایہام یا کنایہ کے ذکر کیا جائے۔(۲۰)

ایک مثال ملاحظہ ہو:

سرخ مونھ ہو جائیں گے جل کر سیاہ لعل بن جائیں گے نیلم الحفیظ(۲۱)

(عبد السمیع بیدلؔ رام پوری)

"سرخ" اور "سیاہ" میں طباق ہے۔ سرخ مونھ کنایہ ہے بشاش سے اور "سیاہ" کنایہ ہے رسوائی، خجالت سے۔

صنعتِ ایہام: اس کو "توریہ" بھی کہتے ہیں۔ ایہام کے معنی وہم میں ڈالنے اور "توریہ" کے معنی چھپانے کے ہیں۔ اصطلاح میں "ایہام" اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ ایسا کلام میں واقع ہو جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب کے، ایک بعید کے۔ سامع کا گمان معنی قریب کی طرف جائے اور شاعر کی مراد معنی بعید ہوں۔(۲۲) علما کی شاعری سے اس صنعت کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

مرضِ ہجر بت میں مر مر کے جی بچا ہوں خدا خدا کر کے (۲۳)

(مولانا حسن رضا خاں)

اس شعر میں خدا خدا کرنے سے مراد خدا کو یاد کرنے کے نہیں ہیں، یہاں اس سے مراد مشکل اور دقت ہے۔

عشق اچھا ہے، دل اچھا دل لگی اچھی نہیں حُسن اچھا حسین اچھے، ہنسی اچھی نہیں (۲۴)

(مولانا حسن رضا خاں)

یہاں لفظ "ہنسی" میں ایہام ہے۔ ظاہری معنی ہنسنا مراد نہیں بل کہ یہاں اس لفظ کا معنی بعید مذاق اُڑانا مراد ہے۔

صنعتِ مراعات النظیر: کلام میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سوائے نسبتِ تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہوں یعنی کسی چیز کے ذکر میں اس کے مناسبات کو بیان کریں (۲۵)

چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بہار آئی، گھٹا چھائی، چھلکے شیشے، بھرے ساغر گھڑی بھر کو چلو ہو آئیں زاہد بزمِ رنداں میں(۲۶)

(حسن رضا خاں)

بجائے بلبل شیدا کے خاک اُڑتی ہے نہ گل رہا، نہ چمن اور نہ باغباں محفوظ (۲۷)

(نواب صدیق حسن خاں)

کیا آب ہے تازہ تر ہر تخم و شجر میں خوش گہہ غنچہ و برگ و گل، گہہ شاخ مجسم ہے (۲۸)

(عبد الفتاح اشرفؔ گلشن آبادی)

صنعتِ سوال و جواب: کلام میں دو اشخاص یا دو چیزوں کی گفت گو سوال و جواب کے انداز میں بیان کرنا۔ اسے "مراجعہ" بھی کہتے ہیں (۲۹)

علمائے دین کی شاعری سے اس صنعت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

کہا جو میں نے دکھائیں گے کچھ اثر، تو کہا　　　یہ نالہائے ضعیف اور ناتواں فریاد(۳۰)

(نواب صدیق حسن خاں)

جب کہا فرقت میں مرتا ہے حسنؔ　　　بولے وہ منہ پھیر کر ہم کیا کریں　　(۳۱)

(حسن رضا خاں)

کہا جب مبتلا تیرا اسیر ہجر ہے ظالم　　　تو فرمایا اسیر ہجر میرا ابتلا کیوں ہے　　(۳۲)

(حسن رضا خاں)

صنعت تجاہل عارفانہ: یہ صنعت اس طرح سے ہے کہ کسی چیز کی نسبت باجود علم کے اپنی بے خبری ظاہر کی جائے جس سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے(۳۳)اس صنعت کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

اس شوخ کے انکار سے دل ٹکڑے ہوا کیوں　　　یارب کوئی خنجر تو نہ تھا لفظ نہیں کا(۳۴)

(حسن رضا خاں)

اس شعر میں تجاہل سے غرض انکار کی تکلیف میں مبالغہ ہے۔

کسی کے چہرے سے اُٹھ گیا پردہ　　　جھلملائے چراغ محفل کے(۳۵)

(حسن رضا خاں)

اس شعر میں تجاہل سے محبوب کے چہرے کی مدح میں مبالغہ ہے

کس کے فروغ حسن کا یارب ظہور ہے　　　صحرا کو کس جلوے نے گلشن بنا دیا (۳۶)

(شاہ محمد معصوم مجددی)

یہاں تجاہل کے ذریعے محبوب کے حسن میں مبالغہ ہے۔

دام بلا ہے یا تری زلف سیاہ ہے　　　تیر قضا ہے یا تری ترچھی نگاہ ہے(۳۷)

(حسن رضا خاں)

اس شعر میں تجاہل سے غرض زلف اور نگاہ کی تعریف میں مبالغہ ہے۔

صنعتِ لف و نشر:"لف" کے لغوی معنی ہیں "لپیٹنا" اور "نشر" کے معنی "کھولنے" کے ہیں۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ پہلے چند چیزیں ایک ترتیب سے بیان کی جائیں اس کو "لف" کہتے ہیں، اس کے بعد وہی چیزیں یا ان کے منسوبات اسی ترتیب یا دوسری ترتیب سے پھر بیان کیے جائیں اس کو "نشر" کہتے ہیں۔ اگر دونوں مصرعوں میں ایک ہی ترتیب ہو تو "لف نشر مرتب" اور اگر ترتیب ایک نہ ہو تو اسے "لف و نشر غیر مرتب" کہتے ہیں۔ (۳۸)

لف و نشر مرتب کی مثال ملاحظہ ہو:

یہ دن رات ہیں یا کہ ہندو و ترک　　　کہ ہم دوش ہیں زلف و رخسار کے(۳۹)

(شاہ نیاز احمد)

اس شعر میں پہلے دن رات کا ذکر کیا ہے پھر رات کی رعایت سے ہندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا ذکر کیا۔ پھر رات اور ہندو کی مناسبت سے زلف کا ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے رخسار کا ذکر کیا ہے۔

لف و نشر غیر مرتب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

نہ تو کچھ بولو، نہ دیکھو، نہ سنو مثل نیازؔ　　دیدہ و گوش و زبان یارو یہ ہے سب لاشے (۴۰)

(شاہ نیاز احمد)

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر بغیر ترتیب کے کیا ہے۔

صنعتِ جمع: اس صنعت میں کئی چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرتے ہیں(۴۱) مثال کے طور پر:

صنم کو پوجے برہمن، حرم کو مانے شیخ　　یہ دونوں ایک ہیں رکھوں کسے، کسے دوں چھوڑ (۴۲)

(شاہ نیاز احمد)

دیر و حرم میں اور کلیسا کنشت میں　　بھرتا ہمارے یار کا دم ہر کدام ہے (۴۳)

(شاہ نیاز احمد)

پہلے شعر میں صنم اور حرم کو ماننے کے حکم میں اور دوسرے شعر میں دیر، حرم، کلیسا، کنشت کو یار کا دم بھرنے کے حکم میں جمع کیا ہے۔

صنعتِ تقسیم: اس میں پہلے چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور پھر جو شے ان کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اس کو بہ تعین بیان کیا جاتا ہے۔ (۴۴)

علما کی شاعری سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

آئینہ طوطیوں میں، چکوروں میں ماہتاب　　گلشن میں پھول، بزم میں ہے روے یار شمع (۴۵)

(حسن رضا خاں)

پروانوں میں چراغ، ستاروں میں ماہتاب　　گل بلبلوں میں، ذروں میں ہے یار آفتاب (۴۶)

(حسن رضا خاں)

غمِ فرقت نے کی ہیں تفرقہ پردازیاں کیا کیا　　انہیں نفرت ہے مجھ سے، مجھ کو دل سے، دل کو ارماں سے (۴۷)

(حسن رضا خاں)

صنعتِ رجوع: ایک شے کی کوئی صفت بیان کریں اور پھر اس صنعت کو باطل کر کے دوسری صفت پر کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کریں۔ (۴۸)

ایک مثال ملاحظہ ہو۔

وہ آنکھیں کہ آہو پہ جادو چلائیں　　نہ آہو پہ، جادو پہ جادو چلائیں (۴۹)

(شاہ رؤف احمد رافتؔ)

اس شعر میں رجوع کا مقصد چشم معشوق کی آہو پر ترجیح ظاہر کرنا ہے۔

صنعتِ حسنِ تعلیل: لغوی معنی علت بیان کرنے کی خوبی یعنی جدت کے ہیں اصطلاح میں یہ مطلب ہے کہ کسی چیز کے وقوع کی کوئی ایسی علت بیان کی جائے جو واقعی نہ ہو بلکہ اس میں کوئی شاعرانہ جدت و نزاکت پیش نظر رکھی جائے۔ (۵۰) چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

جلتا ہے اس کا دل بھی مرے سوز ہجر پر　　روتی ہے میرے حال پہ کیا زار زار شمع (۵۱)

(حسن رضا خاں)

شاعر نے شمع کے پگھل کر ٹپکنے کا استعارہ رونے سے کیا ہے۔ یہ صفت شمع میں ثابت ہے جس کی علت حرارت ہے لیکن شاعر نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ شمع سوز ہجر میں اس کے حال کو دیکھ کر روتی ہے۔ چند مثالیں اور ملاحظہ ہوں:

چلی بوئے نسیم عنبر افشاں زلف سے اس کے　　چھپا خجلت سے ناف آہوؤں میں مشک از فر کا (۵۲)

(عبد الفتاح اشرف گلشن آبادی)

اوج پہ دیکھا تیر ارتبہ تومارے رشک کے　　کیسی بے تابی سے کھاتا ہے سدا چکر فلک (۵۳)

(مفتی غلام سرور لاہوری)

پر سوز اس کے رخ سے دلِ آفتاب ہے　　اور داغ داغ سینہ ہے ماہِ منیر کا (۵۴)

(مفتی غلام سرور لاہوری)

دیکھا جو ان کا دستِ گہر بار رشک سے　　دریا کے دل پہ پڑ گیا چھالا حباب کا (۵۵)

(مفتی غلام سرور لاہوری)

صنعتِ عکس: کلام میں بعض اجزا کو اس طرح بدلنا کہ جو مقدم ہو وہ موخر ہو جائے اور جو موخر ہو وہ مقدم ہو جائے۔ (۵۶) چند مثالیں درج ذیل ہیں:

بہار حسنِ خوباں دل میں، دل بزم حسیناں میں　　گلستاں ہے بیاباں میں، بیاباں ہے گلستاں میں (۵۷)

(حسن رضا خاں)

عداوت سے محبت ہے، محبت سے عداوت ہے　　وہ دشمن دوست کو سمجھے ہوئے دوست دشمن کو (۵۸)

(حسن رضا خاں)

کرم کا ستم دشمنِ بے خطا پر　　ستم کا کرم مجھ گنہ گار پر ہے (۵۹)

(حسن رضا خاں)

صنعتِ قول بالموجب: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی لفظ کے معنی خلافِ مراد قائل کے لیے جائیں۔ (۶۰) یعنی کسی کے کلام سے اپنے حسب منشا معنی اخذ کرنا جیسے۔

آنکھ جب لگ جائے تو پھر آنکھ لگنا ہے محال　　دیکھوں کیوں کر خواب میں اس دولتِ بے دار کو (۶۱)

(حسن رضا خاں)

سنا ہے آنکھ کا لگنا ہے نیند کا آنا　　یہ کیسی آنکھ لگی ایک دم کو خواب نہیں (۶۲)

(حسن رضا خاں)

آنکھ لگنے کے دو معنی ہیں: ۱۔ نیند آنا　　۲۔ عاشق ہونا، لوگوں کا قول جو پہلے معنی میں بیان کیا ہے شاعر نے اس کو دوسرے معنی میں لیا ہے۔

صنعتِ مبالغہ: کسی امر کو شدت وضعف میں اس حد تک پہنچا دینا کہ اس حد تک اس کا پہنچنا محال ہو یا بعید ہو تا کہ سننے والے کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہے۔ مبالغے کی تین اقسام ہیں۔(۶۳) ۱۔

تبلیغ: ایسا مبالغہ جو عقلاً اور عادتاً ممکن ہو۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

بس رخِ یار سے اٹھتے ہوئے پردہ دیکھا — پھر خبر ہی نہ رہی کیا کہیں پھر کیا دیکھا (۶۴)

(حسن رضا خاں)

ان کے دیدار کے ارمان کو بھی بھول گیا — مجھے حیرت یہ ہوئی دیکھ کے صورت ان کی(۶۵)

(حسن رضا خاں)

محبوب کے چہرے کو دیکھ کر اس کے حسن میں محو ہو جانا اور ارد گرد سے بے خبر ہو جانا عقلاً وعادتاً ممکن ہے۔

۲۔ اغراق: ایسا مبالغہ جو عقلاً ممکن ہو لیکن عادتاً ممکن نہ ہو جیسے:

حالِ دل میرا نہیں ہے قابلِ اظہار خلق — ورنہ ہر فردِ بشر نالہ کناں ہو جائے گا (۶۶)

(شاہ محمد معصوم مجددی)

۳۔ ایسا مبالغہ جو خلافِ عقل، خلافِ عادت اور خلافِ قیاس ہو۔

نہ اب زیادہ مرے دل کو بے قرار کرو — زمیں نہ لوٹ دے اک دن یہ زلزلہ دل کا(۶۷)

(نواب صدیق حسن خاں)

دریا میں اگر ہو مرے اشکوں کی حرارت — پیدا ہو حبابوں کی طرح موج سے شعلا

نیساں مرے مانند اگر گرم بکا ہو — ہو جائے گہر سینے کے اندر کا پھپھولا (۶۸)

(احمد حسن قنوجی عرشیؔ)

صنعتِ ایراد المثل: اس کو "ارسال المثل" بھی کہتے ہیں، یہ ہے کہ شعر میں مثل کو باندھیں(۶۹) جیسے

انسان کو کچھ کھو کے سمجھ آتی ہے سچ ہے — دل لے کے نکلنا ہی نہ تھا تیری گلی سے(۷۰)

(حسن رضا خاں)

پہلے وہ میرے دل میں تھے اب بزمِ غیر میں — سچ کہتے ہیں کہ جان کا کیا اعتبار ہے(۷۱)

(حسن رضا خاں)

صنعتِ تلمیح: شعر میں کسی مشہور تاریخی واقعے، قصے یا مسئلے کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں (۷۲)

چند اشعار ملاحظہ ہوں

مرگِ شریں کی خبر سن کر موا — کوہ کن تف ہے تیری تاخیر پر(۷۳)

(نواب صدیق حسن خاں)

کوئی کہہ دے زلیخا سے کہ دیکھے چشمِ حسرت سے — فزوں تر حسنِ یوسف سے جلوہ میرے جاناں کا(۷۴)

(شاہ معصوم مجددی)

نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق　　　دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق　　(۷۵)

(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

صنائع لفظی:

(ا) صنعتِ تجنیس: تجنیس سے مراد یہ ہے کہ دو لفظ صورت میں مشابہ مگر معنی میں مختلف ہوں (۷۶) تجنیس کی کئی اقسام ہیں جیسے:

تجنیسِ تام: کلام میں دو ایسے الفاظ لانا جو تلفظ، حروف، ترتیبِ حروف اور حرکات و سکنات میں بالکل یکساں ہوں صرف معنی مختلف ہوں۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

(الف) تجنیسِ تام مماثل: دونوں متجانس الفاظ ایک ہی قسم کے ہوں یعنی دونوں اسم ہوں یا فعل یا حرف (۷۷) چند مثالیں ملاحظہ ہوں

چھپو ہزار، نظر باز دیکھ ہی لیں گے　　　تمھیں حجاب سہی، ہم کو حجاب نہیں (۷۸)

(حسن رضا خاں)

پہلا لفظ "حجاب" پردے کے معنی میں ہے، دوسرا لفظ "حجاب" شرم وحیا کے معنی میں ہے۔

یادِ ابرو سے تمھاری کٹ گئے ایامِ غم　　　ہجر میں ہر دم ہمیں شمشیر کا دم ہو گیا (۷۹)

(رشید النبی وحشتؔ)

پہلا لفظ "سانس" کے معنی میں اور دوسرا دھار کے معنی میں ہے۔

آنکھ شیریں سے لگی اب نیند کہتے ہیں کسے　　　خوابِ شیریں سے رہا کیا واسطہ فرہاد کا (۸۰)

(حسن رضا خاں)

پہلا لفظ خسرو پرویز کی بیوی کا نام ہے جس پر فرہاد شیفتہ تھا، دوسرا لفظ عمدہ، خوش گوار کے معنی میں ہے۔

(ب) تجنیس تام مستوفی: اگر متجانس الفاظ علیحدہ نوع کے ہوں یعنی ایک اسم دوسرا فعل یا ایک اسم دوسرا حرف وغیرہ اس کو تجنیسِ تام مستوفی کہتے ہیں۔ (۸۱) چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

غرق سونے میں ہے یا سونے میں مستغرق ہے وہ　　　خواب و بیداری میں غافل کا وطن سونے میں ہے (۸۲)

(رشید النبی وحشتؔ)

پہلا لفظ اسم ہے اور دوسرا فعل۔

جس نے بالوں میں ترے عطر بسا دیکھا ہے　　　اس پہ آئی ہے بلا ہم نے بسا دیکھا ہے (۸۳)

(شاہ رؤف احمد رافتؔ)

پہلے مصرعے میں لفظ "بسا" ماضی ہے اور دوسرے مصرعے میں متعلق فعل ہے۔

اے خدا تقدیر نے ان سے سنوائی نہیں　　　اب ترے در کے سوا عالم میں سنوائی نہیں (۸۴)

(حسن رضا خاں)

پہلے مصرعے میں لفظ "سنوائی" فعل متعدی اور دوسرے مصرعے میں اسم کیفیت ہے۔

(۲) تجنیس مرکب: متجانس الفاظ میں ایک مفرد اور دوسرا مرکب ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں اگر دونوں الفاظ کا املا یکساں ہو تو اسے تجنیس مرکب متشابہ اور اگر املا یکساں نہ ہو تو اسے "تجنیس مرکب مفروق" کہتے ہیں۔ (۸۵) چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(الف) تجنیس مرکب متشابہ:

لگا نہ جراح اس پہ مرہم کہ داغ جاوے تو جائیں مرہم   یہ رکھتے ہیں سوختہ جگر ہم چراغ اجڑے ہوئے نگر میں (۸۶)

(شاہ رؤف احمد رافتؔ)

پہلا لفظ "مرہم" بہ معنی دوا مفرد ہے اور دوسرا "مر" اور "ہم" سے مرکب ہے۔

لبِ لعل، وہ رشکِ یاقوت تھے   پئے جانِ عشاق یاقوت تھے (۸۷)

(شاہ رؤف احمد رافتؔ)

پہلے مصرع میں "یاقوت" لفظ مفرد ہے، دوسرے مصرع میں مرکب ہے لفظ "یا" اور "قوت" (بمعنی خوراک) سے۔

چھیڑ دیکھو وہ مجھے دیتے ہیں فرشِ کم خواب   خود ہی کم خواب

ہوں میں حاجت کم خواب نہیں (۸۸) (شاہ محمد مصوم مجددی)

پہلے مصرعے میں لفظ "کم خواب" بمعنی کپڑا مفرد ہے اور دوسرے مصرعے میں مرکب بمعنی بے خواب، بے آرام۔

(ب) تجنیس مرکب مفروق:

وہ شیریں تھے لب جن کے آگے نبات   خجل اس قدر ہو کہ آوے نہ بات (۸۹)

(شاہ رؤف احمد رافتؔ)

پہلے مصرعے میں لفظ "نبات" قند، مصری کے معنی میں ہے اور یہ لفظ مفرد ہے۔ دوسرے مصرعے میں "نہ" اور "بات" دو لفظ ہیں۔

(۳) تجنیس خطی: تجنیس کے دونوں لفظوں کی ظاہری شکل ایک سی ہو مگر نقطوں، حرکات و سکنات اور انواع کے لحاظ سے لفظ بدل جائے۔ (۹۰) چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

کنج خلوت میں کبھی ہیں وہ، کبھی جلوت میں   کُلَّ یَوم ھُو فی شان کا جلوہ دیکھا (۹۱)

(حسن رضا خان)

سر بسر خاک بسر ہیں جو بشر   سر فراز ان کو کروائے سرور (۹۲)

(فضل رسول بدایونی)

(۴) تجنیس محرف: تجنیس کے دونوں لفظ مشابہ ہوں لیکن صرف حرکات و سکنات میں فرق ہو (۹۳) جیسے:

مرا حال قصداً وہ بھُولے ہوئے ہیں   وہ بھولے نہیں ہیں انہیں سب خبر ہے (۹۴)

(حسن رضا خاں)

پہلے مصرعے میں لفظ "بھولے" میں واؤ معروف ہے اور دوسرے مصرعے میں واؤ مجہول ہے۔

ہیں امر و نہی لائق تسلیم بے دلیل   خالی حِکَم سے حکم نہ ہو گا حکیم کا (۹۵)

(حسن رضا خاں)

یہ حُسن خود فروش عجب جنس ہے حَسن وہ بک گئے جو اس کے خریدار ہو گئے (۹۶)

(حسن رضا خاں)

(۵) تجنیس مطرف: جب الفاظ متجانس میں صرف ایک حرف کی کمی بیشی ہو، خواہ وہ حرف لفظ کے شروع میں آئے یا وسط میں یا آخر میں(۹۷) چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات سیر اب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا (۹۸)

(شاہ نیاز احمد)

اہل الفت نالہ کش معشوق حیرت میں خموش شور ہے تیری خموشی کا مری فریاد کا (۹۹)

(حسن رضا خاں)

پھوٹ کر روئے ہم ان سے مل کے پر نہ پھوٹے یہ پھپھولے دل کے (۱۰۰)

(شاہ رؤف احمد رافتؔ)

(۶) تجنیس مُذیّل: اس صنعت میں دو متجانس الفاظ میں سے ایک لفظ کے آخر میں دو حرف زائد ہوتے ہیں۔(۱۰۱) چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

پردہ اٹھتے ہی گرے غش کھا کے مشتاقانِ دید کیا تماشا ہے کہ اب کوئی تماشائی نہیں (۱۰۲)

(حسن رضا خاں)

اس گھٹا میں کیوں گھٹاتے ہو مرا لطف وصال ابر کھلنے کے لیے ڈالو نہ روغن آب میں (۱۰۳)

(حسن رضا خاں)

(۷) تجنیس قلب: دونوں متجانس لفظوں کے حروف شمار اور نوع میں یکساں ہوں۔ مگر ترتیب میں مختلف یا بالکل برعکس ہوں۔ اگر حروف ترتیب وار معکوس ہوں تو "مقلوب کل" اور بے ترتیب معکوس ہوں تو اسے "مقلوب بعض" کہا جاتا ہے۔(۱۰۴) علمائے دین کی شاعری سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) مقلوب کل:

حور دیکھے تو روح خوش ہو جائے ہائے کیا پیاری پیاری صورت ہے(۱۰۵)

(حسن رضا خاں)

دیوانہ تھا جو ان سے میں کرتا سوال وصل بے بات کے تو وہ مجھے بے تاب کر گئے (۱۰۶)

(حسن رضا خاں)

(ب) مقلوب بعض:

تصور جس کو دیتے ہیں اپنی حسن صورت کا اسے حیرت میں لا کر صورت تصویر کرتے ہیں(۱۰۷)

(غلام سرور لاہوری)

صنعت رد العجز: دوسرے مصرعے کے دوسرے ٹکڑے کی تکرار کو کہتے ہیں۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔(۱۰۸)

(الف) رد العجز علی الصدر: شعر میں جو لفظ عجز میں آئے وہی صدر میں بھی آئے۔ جیسے:

خط بھی نہ آئے آپ کا اور آپ بھی نہ آئیں   وہ ابتدائے خط ہے تو یہ انتہائے خط (۱۰۹)

(حسن رضا خاں)

(ب) رد العجز علی الحشو: جو لفظ شعر کے عجز میں ہو وہی لفظ حشو میں ہو۔ یہ حشو مصرع اول میں بھی ہو سکتا ہے اور مصرع ثانی میں بھی (۱۱۰) جیسے:

آخر دوا ہے داغ مگر سوز عشق نے   افسوس چھوٹتے ہی ہمیں دی دوائے داغ (۱۱۱)

(حسن رضا خاں)

(ج) رد العجز علی العروض: جو لفظ شعر کے عجز میں ہو وہی لفظ عروض میں ہو۔ (۱۱۲) جیسے:

رات تیری یاد میں اتنا میں رویا پھوٹ پھوٹ   ٹوٹا پانی آنسوؤں کا آنکھیں اپنی پھوٹ پھوٹ (۱۱۳)

(شاہ نیاز احمد)

عجز میں لفظ "پھوٹ" سے مراد "بینائی جاتی رہنا" اور عروض میں اس لفظ سے مراد "زار و قطار رونا" ہے۔

شاید جب ان کے مصحف عارض پر آئے خط   تفسیر بن کے ہم کو یہ سورت پڑھائے خط (۱۱۴)

(حسن رضا خاں)

(د) رد العجز علی الابتدا: جو لفظ مصرع ثانی کے آخر جزو میں ہو وہی لفظ اس مصرعے کے اول جزو میں ہو۔ (۱۱۵) علما کی شاعری سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کشتہ ناز اس انداز سے پھڑ کا تڑپا   قتل کرتے ہی ہوا آپ بھی بسمل قاتل (۱۱۶)

(حسن رضا خاں)

کچھ ہے مطلب تو دل سے مطلب ہے   مطلب دل سے ان کو کیا مطلب (۱۱۷)

(حسن رضا خاں)

پہلے شعر میں "قتل" اور "قاتل" میں تجنیس لاحق ہے اس لیے یہ "رد العجز علی الابتدا مع تجنیس" ہے، دوسرے شعر میں عجز اور ابتدا میں تکرار ہے اس لیے یہ "رد العجز علی الابتدا مع التکریر" کی مثال ہے۔

صنعت قطار العبیر: اس کے لغوی معنی اونٹوں کی قطار کے ہیں: اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ پہلے مصرعے کا آخری لفظ وہی ہو جو دوسرے مصرعے کا پہلا لفظ ہو۔ (۱۱۸) ایک مثال ملاحظہ ہو:

آنکھوں آنکھوں میں مرے دل کو چرانا آپ ہی   آپ ہی پھر میری حیرت پر یہ کہنا کیا ہوا (۱۱۹)

(حسن رضا خاں)

صنعت سیاق الاعداد: اس صنعت میں کلام میں اعداد کا ذکر ترتیب سے یا بغیر ترتیب کے کیا جاتا ہے۔ (۱۲۰) چند مثالیں درج ذیل ہیں:

تعینات کے نقطوں سے ہے کثیر احد   وہی ہے ایک، یہ دس سو ہزار لاکھ کروڑ (۱۲۱)

(شاہ احمد نیاز)

بوسے دے کر دل مضطر کو ذرا بہلا لو   کوئی دس بیس نہیں، بس یہی دو چار فقط (۱۲۲)

(نواب صدیق حسن خاں)

پڑا ہے گور میں تنہا غریب اور بے کس — کروڑ جس کے یگانے تھے، سو ہزار رفیق(۱۲۳)

(عبد السمیع بیدلؔ)

صنعت ترصیع: دونوں مصرعوں کے الفاظ علی الترتیب ایک دوسرے کے ہم وزن ہونے کو ترصیع کہتے ہیں۔(۱۲۴)

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

جلوت میں تجھے ہے عار کیوں کر ملے — خلوت میں کسے ہے بار کیوں کر ملے (۱۲۵)

(قاضی محمد سعید الدین)

دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے تمہیں کیسا چاہا — پوچھنا یہ ہے کہ تم نے ہمیں کیسا دیکھا (۱۲۶)

(حسن رضا خاں)

مہک اٹھی تمہیں جس راہ میں چلتا دیکھا — چمک اٹھی تمہیں جس بزم میں بیٹھا دیکھا(۱۲۷)

(حسن رضا خاں)

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ "راہ" اور دوسرے مصرعے میں لفظ "بزم" ہم قافیہ نہیں ہیں لیکن ہم وزن ہیں اس لیے اس شعر کو صنعت ترصیع میں شامل کیا ہے۔

صنعت ذوالقافیتین: اسے ذوالقوافی بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شعر میں دو یا زیادہ قافیے لائیں۔ (۱۲۸) علمائے دین کی شاعری میں اس صنعت کی مثالیں بھی ملتی ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جب بر درِ دل حضرتِ عشق آن پکارے — گوشہ ہوئی عقل اور ہووے اوسان کنارے

گر حسن میں ہمسر ہیں تمہارے مہ و خورشید — دن رات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تمہارے (۱۲۹)

(شاہ نیاز احمد)

غیروں سے تمہیں پیار جتانا نہیں اچھا — ہنس ہنس کے ہمیں یار رلانا نہیں اچھا(۱۳۰)

(مولانا اشرف علی بدایونی)

صنعتِ فوقانیہ: اسے صنعت فوق النقاط بھی کہتے ہیں۔ کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے نقطہ دار حروف کے اوپر نقطے ہوں۔(۱۳۱) ایک مثال ملاحظہ ہو:

گھٹ گئے زور نالہ دل کے — رہ گئے آسمان ہل ہل کے (۱۳۲)

(حسن رضا خاں)

صنعتِ تحتانیہ: اسے صنعت "تحت النقاط" بھی کہا جاتا ہے۔ اس صنعت سے مراد یہ ہے کہ شعر میں جتنے حروف منقوطہ ہوں ان میں نقطہ نیچے آتا ہو۔(۱۳۳) ایک مثال ملاحظہ ہو:

جب مرا مہر جلوہ گر ہو گا — دوپہر ہو گا جو پہر ہو گا(۱۳۴)

(حسن رضا خاں)

صنعتِ واسع الشفتین: کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کو پڑھنے میں دونوں لب نہ ملیں۔(۱۳۵) علما کی شاعری سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

خودی سے جدا ہو کہ وصلِ خدا ہو نہ ہو کر جو ہو گا وہ ہو کر نہ ہو گا(۱۳۶)

(حسن رضا خاں)

دیکھنا چاہتے ہو گر واحد کی وحدت کا وجود جلوہ گر ہر چار سو کثرت کا جلوہ دیکھ لو(۱۳۷)

(غلام سرور لاہوری)

صنعت تلمیع: اس کو "ذولسانین" اور "ذوالغتین" بھی کہتے ہیں۔ اس میں شعر کا ایک مصرع ایک زبان میں ہوتا ہے اور دوسرا مصرع کسی اور زبان میں۔(۱۳۸) جیسے:

مدحِ ممدوحِ خدا کیوں کر بشر سے ہو ادا کہ کجا بندۂ مسکیں و کجا کارِ خدا(۱۳۹)

(فضل رسول بدایونی)

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ساقی بہار آئی ہے دورِ شراب ہو(۱۴۰)

(حسن رضا خاں)

انیسویں صدی کے علماے دین کی شاعری کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے صنائع بدائع کو بخوبی اپنے کلام میں برتا۔ صنائع بدائع کا استعمال مشرقی شعری روایت کا حصہ ہے جو اردو شعر و ادب کے ہر دور میں مستعمل رہا۔ انیسویں صدی میں ان کا استعمال کثرت سے کیا گیا۔ علماے دین نے بھی مشرقی شعری روایت، زمانے کے اثرات اور شعری ضرورتوں کے پیشِ نظر صنعتوں کا استعمال کر کے اپنی شاعری کی دلکشی و تاثیر میں اضافہ کیا اور علم بدیع کے استعمال کی روایت کے ارتقا میں اپنا کردار بھی ادا کیا۔ ایسا نہیں ہے کہ صنعتوں کا استعمال حسن کی بجائے دماغی کاوش بن گیا ہو بلکہ اکثر و بیشتر مثالوں میں بظاہر غیر شعوری طور پر برتی گئی ہیں۔ اس بے ساختگی سے شعر کے لطف میں اضافہ ہوا ہے اور قدرت کلام کا اظہار بھی۔

حواشی

۱۔ المنجد، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص۷۶

۲۔ اردو لغت، جلد دوم، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص۹۲۹

۳۔ جلال الدین احمد جعفری زینبی، نسیم البلاغت، ادارہ شرکت مصنفین، کراچی، ۱۹۵۳ء، ص۶۶

۴۔ عابد علی عابد، البدیع، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص۶۹

۵۔ ایضاً، ص:۵۲

۶۔ نور الحسن نقوی، اقبال شاعر و مفکر، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۰ء، ص۴۸

۷۔ عابد علی عابد، البدیع، ۴۸

۸۔ گارسان دتاسی، خطبات گارسان دتاسی، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن، ۱۹۳۵ء، ص۴۱

۹۔ رحمت یوسف زئی، اردو شاعری میں صنائع و بدائع تاریخی و تنقیدی مطالعہ، ناشر رحمت یوسف زئی، حیدرآباد دکن، ۲۰۰۳ء، ص۱۹۴

۱۰۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، صدیق بک ڈپو، لکھنو، ۱۹۳۷ء، ص۹۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۹۷
۱۲۔ نواب صدیق حسن خاں، گل رعنا، مطبع شاہجہانی، بھوپال،۱۳۰۷ء، ص۳۰
۱۳۔ شاہ محمد معصوم مجددی، انتخابِ معصوم، مطبع فیض الکریم، حیدرآباد دکن،۱۸۹۷ء، ص۴۶
۱۴۔ عبدالفتاح اشرف گلشن آبادی، دیوان اشرف الاشعار، مطبع حیدری،۱۲۸۵ء ص۳۲
۱۵۔ مالک رام، تلامذہ غالب، ادارہ یادگار غالب،۲۰۰۸ء، ص۱۲۱
۱۶۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص۹۷
۱۷۔ حسین شہید بدایونی، تذکرہ شعراے بدایوں، جلد دوم، مطبوعاتِ بدایوں اکیڈمی، کراچی،۱۹۸۷ء،۲۲۹
۱۸۔ احتشام الحسن کاندھلوی، حالاتِ مشائخ کاندھلہ، ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین، دہلی،۱۳۸۳ء، ص۸۲
۱۹۔ مالک رام، تلامذہ غالب، ص۱۲۱
۲۰۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص۹۸
۲۱۔ عبدالسمیع رام پوری، نور ایمان، مطبع قاسمی، میرٹھ،۱۳۲۷ھ، ص۳۴
۲۲۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، مجلسِ ترقی ادب، لاہور،۲۰۱۷ء، ص۱۹۱
۲۳۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی،۱۳۱۳ھ، ص۱۴۵
۲۴۔ ایضاً، ص۸۳
۲۵۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۱۹۶
۲۶۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۴۳
۲۷۔ نواب صدیق حسن خاں، گل رعنا، ص۴۳
۲۸۔ عبدالفتاح اشرف گلشن آبادی، دیوان اشرف الاشعار، ص۱۳۶
۲۹۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۲۰۲
۳۰۔ نواب صدیق حسن خاں، گل رعنا، ص۳۶
۳۱۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۸۷
۳۲۔ ایضاً، ص۱۳۶
۳۳۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۲۳۶
۳۴۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۵
۳۵۔ ایضاً، ص۱۲۸
۳۶۔ شاہ محمد معصوم مجددی، انتخابِ معصوم، ص۲۶
۳۷۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ۱۴۲
۳۸۔ ابو الفیض سحر، صنائع معنوی، مشمولہ درس بلاغت، قومی کونسل برائے فروغِ اردو، نئی دہلی،۱۹۹۷ء، ص۵۴۔۵۵

۳۹۔ شاہ نیاز احمد، دیوان نیاز، منشی نول کشور، کان پور، ۱۸۸۲ء، ص۵۶
۴۰۔ ایضاً، ص۵۷
۴۱۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۲۴۲
۴۲۔ شاہ نیاز احمد، دیوانِ نیاز، ص۷۴
۴۳۔ ایضاً، ص۵۷
۴۴۔ محمد سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، نظام دکن پریس، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۹ھ، ص۱۵۶
۴۵۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۵۳
۴۶۔ ایضاً، ص:۳۳۔
۴۷۔ ایضاً، ص۱۴۹
۴۸۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۲۵۶
۴۹۔ شاہ رؤف احمد، مرغوب القلوب فی معراج المحبوب،، مطبع اعظم الاخبار، ۱۲۷۲ھ، ص۱۹۶
۵۰۔ مرزا محمد عسکری، ئینہ بلاغت، ص۹۲
۵۱۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۵۳
۵۲۔ عبد الفتاح اشرف گلشن آبادی، دیوانِ اشرف الاشعار، ص۷
۵۳۔ مفتی غلام سرور لاہوری: دیوان سروری، مطبع وکٹوریا، لاہور، ۱۲۹۵ء، ص۳۳
۵۴۔ ایضاً، ص۴
۵۵۔ ایضاً، ص۷
۵۶۔ محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی، تسہیل البلاغت، ص۴۲
۵۷۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۷۰
۵۸۔ ایضاً، ص۹۱
۵۹۔ ایضاً، ص۱۶۴
۶۰۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۲۷۲۔۲۷۳
۶۱۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۹۱
۶۲۔ ایضاً، ص۸۱
۶۳۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۲۸۴۔۲۸۵
۶۴۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۲۰
۶۵۔ ایضاً، ص۱۵۹
۶۶۔ شاہ محمد معصوم مجددی، انتخابِ معصوم، ص۲۵
۶۷۔ نواب صدیق حسن خاں، گلِ رعنا، ص۳۳

۶۸۔ محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند تیرہویں صدی ہجری، جلد اول، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۴۷

۶۹۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص ۳۰۷

۷۰۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص ۱۳۷

۷۱۔ ایضاً، ص ۱۰۵

۷۲۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص ۸۷

۷۳۔ نواب صدیق حسن خاں، گل رعنا، ص ۳۸

۷۴۔ شاہ محمد معصوم مجددی، انتخابِ معصوم، ص ۲۵

۷۵۔ امداد اللہ مہاجر مکی، تحفۃ العشاق، مشمولہ کلیات امدادیہ، دیوبند، سن ندارد، ص ۷

۷۶۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص ۴۸

۷۷۔ ایضاً، ص ۴۹

۷۸۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص ۸۱

۷۹۔ عبد الغفور نساخ، سخن الشعرا، طبع منشی نول کشور، لکھنو، ۱۸۷۴ء، ص ۵۴۴

۸۰۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص ۴

۸۱۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص ۴۹

۸۲۔ عبد الغفور نساخ، سخن الشعرا، ص ۵۴۷

۸۳۔ ایضاً، ص ۱۷۹

۸۴۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص ۶۶

۸۵۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص ۲۰۔۲۱

۸۶۔ عبد الغفور نساخ، سخن الشعرا، ص ۱۷۸

۸۷۔ شاہ رؤف احمد، مرغوب القلوب فی معراج المحبوب، ص ۱۹۷

۸۸۔ شاہ محمد معصوم مجددی، انتخابِ معصوم، ص ۴۳

۸۹۔ شاہ رؤف احمد، مرغوب القلوب فی معراج المحبوب، ص ۱۹۷

۹۰۔ ڈاکٹر یعقوب عامر، صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، قومی کونسل برائے فروغ اردو، نئی دہلی، ۱۹۹۷ء، ص ۶۱

۹۱۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص ۲۱

۹۲۔ فضل رسول بدایونی، مولود منظوم مع قصائد اردو، مطبع بدر الطبع، حیدر آباد دکن، ۱۲۹۲ھ، ص ۶۷

۹۳۔ ڈاکٹر یعقوب عامر، صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، ص ۶۱

۹۴۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص ۱۶۴

۹۵۔ ایضاً، ص ۱

۹۶۔ ایضاً، ص ۱۵۷

۹۷۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص۵۱
۹۸۔ شاہ نیاز احمد، دیوانِ نیاز، ص۱
۹۹۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۴
۱۰۰۔ امیر مینائی، انتخاب یادگار، تاج المطابع، لکھنو،۱۲۹۷ھ، ص۱۴۴
۱۰۱۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۳۲
۱۰۲۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۶۷
۱۰۳۔ ایضاً، ص۸۶
۱۰۴۔ جلال الدین احمد جعفری زینبی، نسیم البلاغت، ص۹۵
۱۰۵۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۱۵۲
۱۰۶۔ ایضاً، ص۱۶۶
۱۰۷۔ غلام سرور لاہوری، دیوانِ سروری، ص۳۶
۱۰۸۔ ڈاکٹر یعقوب عامر،،صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، ص۶۵
۱۰۹۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۵۲
۱۱۰۔ ڈاکٹر یعقوب عامر،،صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، ص۶۷
۱۱۱۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ۵۴
۱۱۲۔ ڈاکٹر یعقوب عامر،،صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، ص۶۶
۱۱۳۔ شاہ نیاز احمد، دیوانِ نیاز، ص۴۵
۱۱۴۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۵۲
۱۱۵۔ ڈاکٹر یعقوب عامر،،صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، ص۶۷
۱۱۶۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۵۷
۱۱۷۔ ایضاً، ص۳۴
۱۱۸۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص۶۲
۱۱۹۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۱۳
۱۲۰۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص۶۰
۱۲۱۔ شاہ نیاز احمد، دیوانِ نیاز، ص۷۴
۱۲۲۔ نواب صدیق حسن خاں، گلِ رعنا، ص۴۴
۱۲۳۔ عبد السمیع بیدل رام پوری، نورِ ایمان، ص۴۱
۱۲۴۔ ڈاکٹر یعقوب عامر،،صنائع لفظی، مشمولہ درس بلاغت، ص۴۷
۱۲۵۔ محمد علی حیدر کاکوری، تذکرہ مشاہیر کاکوری، مطبع اصح المطابع، لکھنو، ص۱۹۲۷ء، ص۱۹۴
۱۲۶۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۲۰

۱۲۷۔ ایضاً، ص۲۱

۱۲۸۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۱۱۴

۱۲۹۔ شاہ نیاز احمد، دیوانِ نیاز، ص۵۴

۱۳۰۔ امداد صابری، ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا، دہلی، ۱۹۵۹ء، ص۳۹۳

۱۳۱۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم و ہفتم، ص۱۳۰

۱۳۲۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ۱۲۸

۱۳۳۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصۂ ششم و ہفتم، ص۱۳۱

۱۳۴۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۱۷

۱۳۵۔ مرزا محمد عسکری، آئینہ بلاغت، ص۱۰۰

۱۳۶۔ حسن رضا خاں، ثمرِ فصاحت، ص۱۸

۱۳۷۔ مفتی غلام سرور لاہوری، دیوان حمد ایزدی، وکٹوریا پریس، لاہور، ۱۸۸۰ء، ص۱۷

۱۳۸۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصۂ ششم و ہفتم، ص۱۴۰

۱۳۹۔ فضل رسول بدایونی، مولود منظوم مع قصائد اردو، ص۱۹

۱۴۰۔ حسن رضا خاں، ثمر فصاحت، ص۹۶

مآخذ:

۱۔ احمد، شاہ رؤف، مرغوب القلوب فی معراج المحبوب، ویلور: مطبع اعظم الاخبار، ۱۲۷۲ھ۔

۲۔ احمد، شاہ نیاز، دیوان نیاز، کان پور: منشی نول کشور، ۱۸۸۲ء

۳۔ اشرفؔ، عبد الفتاح گلشن آبادی، دیوان اشرف الاشعار، مطبع حیدری، ۱۲۸۵ھ۔

۴۔ امداد اللہ، حاجی، تحفۃ العشاق، مشمولہ کلیاتِ امدادیہ، دیوبند: سن ندارد۔

۵۔ بدایونی، فضل رسول، مولود منظوم مع قصائد اردو، حیدر آباد دکن: مطبع بدر الطبع، ۱۲۹۲ھ۔

۶۔ بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک و ہند تیرہویں صدی ہجری، جلد اول، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۲ء

۷۔ خاں، حسن رضا، ثمر فصاحت، بریلی: مطبع اہل سنت و جماعت، ۱۳۱۳ھ

۸۔ خاں، نواب صدیق حسن، گل رعنا، بھوپال: مطبع شاہجہانی، ۱۳۰۷ھ

۹۔ دتاسی، گارسان، خطباتِ گارسان دتاسی، اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء

۱۰۔ رام، مالک، تلامذہ غالب، کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۸ء

۱۱۔ زیبنی، جلال الدین احمد جعفری، نسیم البلاغت، کراچی: ادارہ شرکت مصنفین، ۱۹۵۳ء

۱۲۔ سحر، ابوالفیض، صنائع معنوی، مشمولہ درس بلاغت، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۱۹۹۷ء

۱۳۔ شہید بدایونی، حسین شہید، تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد دوم، کراچی: مطبوعاتِ بدایوں اکیڈمی، ۱۹۸۷ء

۱۴۔ صابری، امداد، ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا، دہلی، ۱۹۵۹ء

۱۵۔ عابد، عابد علی، البدیع، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۵ء
۱۶۔ عامر، یعقوب، ڈاکٹر، صنائع لفظی، مشمولہ درسِ بلاغت، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۱۹۹۷ء
۱۷۔ عبدالسمیع رام پوری، نور ایمان، میرٹھ: مطبع قاسمی، ۱۳۲۷ھ
۱۸۔ عسکری، مرزا محمد، آئینہ بلاغت، لکھنو: صدیق بک ڈپو، ۱۹۳۷ء
۱۹۔ کاکوری، محمد علی حیدر، تذکرہ مشاہیر کاکوری، لکھنو: مطبع اصح المطابع، ۱۹۲۷ء
۲۰۔ کاندھلوی، احتشام الحسن، حالات مشائخ کاندھلہ، دہلی: ادارۂ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین، ۱۳۸۳ھ
۲۱۔ لاہوری، مفتی غلام سروری، دیوان حمد ایزدی، لاہور: وکٹوریا پریس، ۱۸۸۰ء
۲۲۔ لاہوری، مفتی غلام سرور، دیوانِ سروری، لاہور: مطبع وکٹوریا، ۱۲۹۵ھ
۲۳۔ مرزا، محمد سجاد، تسہیل البلاغت، حیدر آباد دکن: نظام دکن پریس، ۱۳۳۹ھ
۲۴۔ معصوم، شاہ محمد، انتخابِ معصوم، حیدر آباد دکن: مطبع فیض الکریم، ۱۸۹۷ء
۲۵۔ مینائی، امیر، انتخابِ یادگار، لکھنو: تاج المطابع، ۱۲۹۷ھ
۲۶۔ نجم الغنی رام پوری، بحر الفصاحت، حصہ ششم وہفتم، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۱۷ء
۲۷۔ نساخ، عبدالغفور، سخن الشعرا، لکھنو، مطبع منشی نول کشور، ۱۸۷۴ء
۲۸۔ نقوی، نور الحسن، اقبال شاعر و مفکر، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۰ء
۲۹۔ یوسف زئی، رحمت، اردو شاعری میں صنائع وبدائع تاریخی و تنقیدی مطالعہ، حیدر آباد دکن: رحمت یوسف زئی، ۲۰۰۳ء

لغات:

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد دوم، کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء
۲۔ المنجد (اردو ترجمہ سعد حسن خاں یوسفی ودیگر)، کراچی: دار الاشاعت، ۱۹۷۵ء